McGill University Library
3 103 077 536 Y

ISLM
DS432
M84
N36
1956

McGill University Library
3370452

خطبه صدارت

از مولوی محفوظ الرحمٰن نامی

(2042)

1/=

/ Khuṭbah-i ṣadārat

// Nāmī, Maḥfūẓ al-Raḥmān

۷۸۶

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

حرم پاک بھی اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

خطبۂ صدارت

از

عالیجناب مولانا محفوظ الرحمن صاحب نامی۔ داعی تحریکات تعلیم ترجمۂ قرآن و عربی زبان

سابق پارلیمنٹری سکریٹری وزارت تعلیم (یو۔ پی)

صدر

کل بہار مسلم تعلیمی، سماجی، اقتصادی اجتماع

منعقدہ

۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء مطابق ۱۶، ۱۷ شعبان ۱۳۷۵ھ روز جمعہ سنیچر

بمقام انجمن اسلامیہ ہال مراد پور۔ پٹنہ

(بہار)

مطبوعہ اکلیل پرنٹنگ پریس بہرائچ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا اُمَّةَ التَّوْحِیْدِ، وَاَنْزَلَ لِفَلَاحِنَا الْقُرْاٰنَ الْحَمِیْدَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بُعِثَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ **اَمَّا بَعْدُ!**

حضرات! میں بہت ممنون اور بڑا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس بیحد اہم ملی اجتماع کی صدارت کا شرف بخشا اور مجھ جیسے ناچیز اور ہیچمرز کی عزت افزائی فرمائی۔ مگر یہ شکریہ محض اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ کی ذرہ نوازی کی وجہ سے مجھے ایک قابلِ فخر عزت حاصل ہوئی بلکہ اس لئے کہ مجھے اس اجتماع سے اپنی اُن آرزوؤں اور تمناؤں کی برآنے کی پوری امید ہے جو میری زندگی کی آخری آرزوئیں ہیں۔ اور اگر مجھے اپنی زندگی عزیز ہے تو محض اس لئے کہ اُن تمناؤں کو عروس کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہوا دیکھ لوں۔ میں مدتوں سے بیچین ہوں کہ ہمارے وطن عزیز میں فرزندان توحید کی ایک ایسی جماعت قائم ہو جائے جو ایک طرف ملک وقوم کی تعمیری خدمتوں میں پورے جذبۂ اخلاص وایثار کے ساتھ لگے تو دوسری طرف ایمان وعمل صالح کی تمام قوتوں کو بروے کار لاکر انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک ایسا صالح انقلاب بپا کردے کہ اس ملک میں امن وچین، عدل ومساوات، خوشحالی وراحت کا دور پھر واپس آجائے۔ میں اسی پاک اور بلند مقصد کے لئے مختلف جماعتوں میں حسب ارشاد عارف رومیؒ شرکت کے لئے آگے بڑھا۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم، جفت خوش حالاں وبدحالاں شدم

مگر مایوس ہوکر بہت جلد پیچھے ہٹنا پڑا کیونکہ وہاں نعروں، دعووں، تجویزوں، خطیبانہ بلند آہنگیوں کی گرم بازاری نظر آئی، اور عملی جدوجہد مفقود ملی۔ اسی عالم مایوسی میں جب آپ کے اس اجتماع کی خبر مجھے ملی تو بلامبالغہ مجھے وہی خوشی ہوئی جو ایک ریگستان کے جلے بھُنے تشنہ لب مسافر کو ہرے بھرے نخلستان اور شیریں پانی کے چشمہ کو دیکھکر ہوتی ہے۔ اور بے اختیار علامۂ اقبال رحمۃ اللہ کا یہ شعر زبان پر آگیا۔

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

مجھے آپ کے اس اجتماع میں کامیابی کی کرنیں اسلئے نظر آرہی ہیں کہ آپ نے اپنے مقاصد کو نہایت صفائی سے پہلے ہی پیش کردیا ہے اور اجتماعی حیثیت سے اپنا دائرۂ عمل تعلیمی، سماجی اور اقتصادی کاموں تک محدود کردیا ہے۔ بس آپ کی یہی بالغ نظری وقت شناسی اور ملت کی

سچی خیر خواہی ہے جس نے مجھ جیسے نااہل اور ناچیز کو نہ صرف اجتماع کی شرکت پر آمادہ کر دیا بلکہ میں اس بارگراں کے اُٹھانے کیلئے بھی تیار ہو گیا جو صدارت کے نام سے آپ نے مجھ ناتواں کے سُپرد کیا ہے

بہار کے مسلم زعماء، بہار کے مسلم عوام، بلکہ بہار پُر بہار کے تمام باشندو! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک ایسا مبارک اقدام کیا ہے جس سے نہ صرف مسلمانان ہند کی نشاۃ ثانیہ ہوگی بلکہ اس اجتماع کے ذریعہ ملک کی جمہوریت کو کامیاب بنانے میں کافی مدد ملے گی۔ خدا آپ کو پوری کامیابی بخشے۔ اور آپ نے جو اعتماد مجھ پر کیا ہے اس کا مجھے اہل بنائے

بزرگو! تحریک خلافت سے لے کر اب تک ہم نے سیکڑوں کانفرنسیں کر ڈالیں، بے شمار تقریریں سُنیں، اَن گنت تجویزیں پاس کیں، بڑے بڑے دعوے کئے، فلک شگاف نعرے لگائے۔ مگر یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھرتا ہی چلا جا رہا ہے اور ہر شعبہ زندگی میں تیزی سے زوال ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اچھے اچھے رہنما، پختہ کار اور تجربہ آزما قائدین مایوسی میں گرفتار اور قنوطیت کا شکار ہو رہے ہیں اور بزبانِ حال کہہ رہے ہیں ؎

یاس کے ہاتھوں اک دن آخر قتلِ عام تو ہونا ہے پھر کیوں بستی ارمانوں کی دل میں ہم آباد کریں

یہ جو کچھ ہوا اور جتنا کچھ ہو رہا ہے گو وہ کتنا ہی تکلیف دہ اور روح فرسا ہو مگر وہ خلاف توقع نہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے کیا اُس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا جو ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ ہم نے کہا بہت کچھ اور کیا کچھ بھی نہیں، جذباتی تقریریں بہت کیں اور آگے بڑھ بڑھ کے خوب خوب نعرے لگائے، مگر عملی جد وجہد سے ہم نے کوئی سروکار نہ رکھا، پھر قول بلا عمل اور محض ہنگامی جوش وخروش کا ثمرہ اس دردناک زوال کے سوا ہو بھی کیا سکتا تھا؟

لہذا اب ہمیں اپنے ماضی سے سبق و عبرت حاصل کر کے اپنا ذوق طبع، اپنا انداز فکر اور اپنا طرز عمل بالکل بدل دینا چاہئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم لفاظیوں، شاعرانہ مبالغوں اور خطیبانہ بلند آہنگیوں کے پیچھے نہ پڑیں۔ بلکہ حقیقت پسندی کے ساتھ اپنے ماحول اور اپنی قوتوں کا جائزہ لے کر اپنی حیات ملی کیلئے ایسا نظام تیار کریں جس کے ذریعہ اس جمہوریت میں ہم اپنا صحیح مقام حاصل کر سکیں۔ ہمارا عزم یہ ہونا چاہئے۔

کچھ اس قرینے سے آشیانہ چمن میں اپنا بنائینگے ہم طواف برق تپاں کریگی غنیم سجدے کیا کریں گے

حضرات! اوپر کی پیش کردہ حقیقت ہی کی بنا پر میں نے اپنے معروضات کو اونچے اونچے نظریات اور دل خوش کن تھیوریوں سے بالکل پاک وصاف رکھا ہے۔ بس چند ایسی سیدھی اور صاف

باتیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جن کی ہماری ملی زندگی کو اتنی ہی ضرورت ہے جتنی عام انسانی زندگی کیلئے ہوا اور پانی کی۔

ہماری ملی زندگی جن حوادث سے دوچار ہے اور مستقبل میں جن خطرات کا اندیشہ ہے اُن سے بچاؤ اور حفاظت کی کیا سبیل ہو، نیز ہماری عزت، خوشحالی اور کامرانی کی کیا راہ ہے؟ اس سلسلہ میں اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت نے جو رہنمائی فرمائی ہے، مزید برآں عقل اور تجربہ سے جو مفید باتیں سامنے آئیں اُنھیں بغیر کسی رنگینی کے سیدھے سادھے جملوں میں پیش کر رہا ہوں۔

بزرگانِ ملت و عزیزانِ گرامی! میں یہاں اس کی قطعاً ضرورت نہیں سمجھتا کہ ملتِ اسلامیہ کے زوال کی دردناک داستان چھیڑ کر آپ کو غمناک بناؤں۔ یا ان مصیبتوں اور پریشانیوں پر نوحہ و ماتم کروں جن میں ہم سب گرفتار ہیں، عیاں را چہ بیاں۔ ایک بیمار جو درد کی شدت سے بیتاب ہے اُسے درد کی کیفیت کیا سمجھائی جائے، ایک فاقہ اور تشنگی سے جاں بلب شخص سے بھوک اور پیاس کی تکلیف کیا بیان کیجائے، بیمار کے لئے ہاں ضرورت ہے تو نسخۂ شفا کی، دردمند کیلئے حاجت ہے تو درماں کی، اور بھوک پیاس سے بیقرار کیلئے احتیاج ہے کھانے اور پانی مہیا کرنے کی۔ لیکن ہمیں یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ آج امت مسلمہ میں سے کسی ایک فرد یا کسی خاص فرقہ کے درد اور درمان کا سوال نہیں بلکہ ہند میں بسنے والے ساڑھے چار کروڑ فرزندانِ توحید اور امت خاتم الانبیاء کا سوال ہے اور بیماری ایک نہیں ہے بلکہ سیکڑوں بیماریاں ہیں اور ایک چارہ گر حیران ہو کر کہہ اُٹھتا ہے۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اسلئے ملی معالجوں اور قومی چارہ گروں کو پوری صورتِ حال سامنے رکھ کر قدم آگے بڑھانا چاہئے ہماری ملی ضرورتیں کیا ہیں اور اُن کے پورا کرنے کے لئے ہمارا نظامِ عمل کیسا ہو؟ اس سلسلہ میں بے محل نہ ہوگا اگر میں اپنے ایک مضمون "مذہبی نظام تعلیم" کی چند سطریں آپ کو سنا دوں۔

مُسلمان کیا کریں؟ مصائب کے احساس اور ناسازگار فضا سے متاثر ہونے کے بعد یہ سوال پوری قوت سے ابھر آتا ہے کہ "مسلمان کیا کریں؟" جس سے مصائب کا سلسلہ ختم ہو، فضا خوشگوار بنے اور ہر شعبۂ زندگی میں عافیت نصیب ہو۔ گو یہ سوال پچھلے پچیس برسوں میں برابر اٹھا کیا ہے نیز اخبارات و رسائل میں خصوصی بحث و نظر کا موضوع بنا رہا ہے اور ہر ہنگامی دور اور بحرانی زمانہ میں مختلف زاویۂ نگاہ رکھنے والوں کی طرف سے مختلف جوابات دیے جاتے رہے ہیں مگر درحقیقت آج یہ سوال جتنا اہم ہے کبھی بھی نہ تھا اور اس کا صحیح جواب اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اب تک اس سوال پر بحث زیادہ تر سیاسی نقطۂ نظر سے کی گئی ہے کہ مسلمان موجودہ

پارٹیوں میں سے کسی پارٹی میں شریک ہو جائیں یا اپنی الگ سیاسی پارٹی بنائیں۔ مگر آج کسی پارٹی میں شریک ہونے یا نہ ہونے کا سوال زیادہ اہم نہیں ہے، کسی پارٹی میں شریک ہو کر انھوں نے چند عہدے حاصل کر لئے یا چند مسلمان اسمبلی یا پارلیمنٹ کے ممبر ہو گئے اس سے اُن کی بھنور میں پڑی ہوئی ملّی کشتی ساحل نجات تک نہیں پہونچ سکتی آج سوال اُن کی پوری قومی و ملّی زندگی کی بابت ہے، دین و ایمان کی حفاظت کیوں کر ہو۔ اسلامی شعائر اور سلف صالحین کے آثار کیسے باقی رہیں، دینی تعلیم کا نظام کیا ہو۔ عام مسلمانوں کو فاقہ کشی کے عذاب سے نجات کیوں کر حاصل ہو۔ قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بے روزگاری کیسے دور کی جائے اور آخر میں یہ سوال کہ ملک کی عام سیاست سے اُن کا کیا تعلق ہو کہ اس عظیم الشان جمہوریت میں عزت و آبرو کی زندگی بسر کر سکیں، یہ سب ایسے بنیادی اور پیچیدہ مسائل ہیں۔ جن کا حل محض دلچسپ مضامین، پرجوش مقالات اور ہنگامہ آفریں خطبات سے نہیں ہوگا بلکہ ان میں ہر ایک نہایت غور و فکر کا محتاج ہے اور ہر ایک کا عملی طور پر حل بہت سے وسائل اور ذرائع مہیا کرنے پر موقوف ہے۔ پھر وسائل کو حاصل کرنے اور اُن کے مقاصد تک پہونچنے کے لئے مسلسل جان توڑ جد و جہد کی ضرورت ہے۔ بالآخر صحیح طریقوں سے صحیح وسائل کو کام میں لانے اور مدتوں سعی و محنت کرنے کے بعد اگر نصرت الٰہی نے دستگیری کی تو امید ہے کہ ہر مشکل حل ہو جائے۔ مصائب کے بادل چھٹیں اور اقبال و کامرانی کا ستارہ درخشاں دیکھائی دے

لیکن اتنا بڑا کام کسی ایک شخص یا کسی ایک مخصوص جماعت کے بس کا نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ تعمیر ملت کا ذوق رکھنے والے تمام مسلمان ایک مرکزی کمیٹی بنائیں وہ کمیٹی ملک کے اہم مقامات کا دورہ کرے اور مسلمانوں کی مجموعی حالت کا صحیح جائزہ لے کر ایک مفصّل رپورٹ تیار کرے۔ مگر وہ رپورٹ محض روداد سفر و سیاحت نہ ہو بلکہ اس میں مسلمانوں کے تمام مسائل کے حل کی طرف پوری رہنمائی کی گئی ہو۔ پھر اس کی روشنی میں ایک متحدہ لائحۂ عمل بنا کر حتی الامکان پوری مسلم قوم کا تعاون حاصل کیا جائے اور نشاۃ ثانیہ کے لئے جد و جہد شروع کر دی جائے۔ اس عظیم الشان کام کی طرف زعماء قوم اور مسلم جماعتوں کی کب توجہ ہو گی اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اگر مجھ میں ہمت اور اہلیت ہوتی تو اس دعوت کو لے کر کھڑا ہو جاتا مگر اپنی معمولی حیثیت کے پیش نظر آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ ہاں اگر اللہ کے چند مخلص بندے آگے بڑھیں تو اپنی بساط کے مطابق جو کچھ خدمت ہو سکے گی اس سے دریغ نہ کروں گا۔

محترم حضرات!

ضروری مسائل پر اظہارِ خیال اور اُن کی بابت مشورے پیش کرنے سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں اپنا اصل مرض اور اپنی بربادی کا حقیقی سبب پیش کرتا ہوں تاکہ اصل مرض کو پہچان کر ہم اپنا صحیح علاج کر سکیں۔ ورنہ اس کا سخت اندیشہ رہتا ہے کہ تشخیص غلط ہونے کی وجہ سے ہم ظاہری اور معمولی بیماریوں کی فکر میں وقت گنواتے رہیں اور اصل مرض سے غافل ہو کر اسے بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث کا مضمون یہ ہے کہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آجائیگا، تم بالکل ایسے ہو گے جیسے پانی پر جھاگ یا خس وخاشاک اور قومیں تمھیں نگل جانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دینگی اور تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھارا رُعب نکل جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم لوگ اس وقت بہت تھوڑے ہونگے۔ حضرتؐ نے فرمایا نہیں تم بہت ہو گے لیکن تمھارے دلوں میں وَہن پیدا ہو چکا ہوگا۔ پھر صحابہؓ کے دریافت کرنے پر حضرتؐ نے وَہن کی تفسیر حبُّ الدُّنیا وکراھیۃ الموت سے فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وَہن یعنی دنیا کی محبت اور موت کے خوف کی وجہ سے مسلمان اپنی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔ اور پستی کے غار میں گر جائیں گے۔ بس یہی ہے اُمّ الامراض اور بربادیوں کا اصلی سبب، لیکن نہ یہ مرض نیا ہے اور نہ اِس کے لئے ہمیں کسی نئے علاج کی ضرورت۔ یہ بیماری بھی پرانی اور اس کا علاج بھی پرانا اور ہمیں صحت اسی نسخہ شفاء سے ہو گی جو مَوعِظَۃٌ مِّن رَّبِّکُم۔ اور شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ ہے جو بُرہانِ ربّانی اور نورِ رحمانی ہے یعنی خدا کا آخری فرمان قرآن مجید بقول حکیم مشرق علامہ اقبالؒ ؎

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

پس سخت ضرورت ہے کہ ہم سب کے سب قرآن مجید سے اپنا ٹوٹا ہوا تعلق جوڑیں۔

قرآن پڑھیں، سمجھیں اور اس میں خوب تدبر کریں۔

اب تک ہمارا تعلق قرآن مجید کے الفاظ تک محدود تھا لیکن اب آگے بڑھ کے اس کے انقلاب انگیز مضامین سے دل و دماغ کو آشنا کریں۔ قرآن مجید ایک ربانی روشنی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ ہمارے دل و دماغ تک پہونچے اور ہماری ظاہر و باطن کی ظلمتیں دور نہ ہو جائیں۔ اسی سے دنیاوی محبت کی بیماری دور ہو گی اور اللہ کی محبت پیدا ہو گی غیر اللہ کا خوف دل سے نکلے گا۔ اور اُس کی جگہ خشیۃ الی اللہ پیدا ہو گا۔ یہیں سے ہماری ایمانی، اسلامی،

ملی اور قومی زندگی کا آغاز ہوگا! وراس کے بعد کامیابی ہی کامیابی ہے۔

حضرات! آپ کے اس اجتماع کے زیر غور مسائل میں تین مسئلے نہایت اہم ہیں۔

(۱) تعلیمی مسئلہ (۲) اقتصادی مسئلہ (۳) سماجی مسئلہ۔

یہ تینوں مسئلے بیحد پیچیدہ ہیں اور انھیں کے صحیح حل پر آپ کے اجتماع کی کامیابی کا دارو مدار ہے۔ میں اب ان میں ہر ایک کی بابت الگ الگ اپنے ناچیز خیالات پیش کرتا ہوں۔

تعلیمی مسئلہ

بزرگو! ہمارا تعلیمی مسئلہ جتنا پیچیدہ اور مشکل ہے اتنا کسی اور قوم کا نہیں اوروں کے پیش نظر محض مادّی ترقیاں اور دُنیاوی عیش عشرت کی بہاریں ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے ایک ایسا نظام تعلیم بآسانی ہو سکتا ہے کہ اُس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹی جائے، خوش حالی حاصل کیجائے، سامان تفریح فراہم کیا جائے۔ اور دنیاوی عزت و اقتدار کے بلند سے بلند مقام پر پہونچا جائے۔ مگر مسلمان اپنے اسلامی نصب العین اور ملی منصب کی بنا پر دُنیا کمانے تک اپنی نگاہ محدود نہیں رکھ سکتا۔ اس کو دنیا کی چند روزہ بہار سے بھی لُطف اٹھانا ہے اور ساتھ ہی آخرت کی حیات کو پُر بہار بنانا ہے، دنیا میں رہ کر ایک طرف اپنے اہل و عیال کے لئے معاش کا سامان بھی فراہم کرنا ہے تو دوسری طرف نیکیاں پھیلا کر اور بُرائیوں کو مٹا کر پورے عالم انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ انھیں خصوصیات اور گوناگوں ذمّہ داریوں کی بنا پر ہمارا تعلیمی مسئلہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مشکل اور اُس کا حل دقّت طلب ہے۔ تعلیم ہی کے ذریعہ سچّی ایمانی زندگی اور اعلیٰ اسلامی سیرت پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے معاشی مسائل بھی حل ہوتے ہیں، مزید برآں صحیح تعلیم ہی سے بے لوث خدمت کا وہ جذبہ اُبھرتا ہے جو ملک اور وطن کی تعمیر و ترقی کے کاموں میں جدوجہد کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کیجاتی۔ مگر یہ مختصر صحبت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے میں صرف پرائمری بیسک ایجوکیشن، ابتدائی بنیادی تعلیم کی بابت چند ضروری باتیں عرض کر رہا ہوں۔

پرائمری بیسک ایجوکیشن (ابتدائی بنیادی تعلیم)

ابتدائی تعلیم کی بابت چند مشورے پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ موجودہ صورت حالات سامنے رکھدی جائے تاکہ مسئلہ کی نزاکت اور اہمیت کا پورا احساس ہو سکے اور کامل وسعتِ نظر اور بصیرتِ فکر سے کام لے کر ایسا نظام تعلیم تیار کیا جا سکے جو ہمارے دین و دنیا کے لئے یکساں مفید ہو اور جو دنیاوی ترقیوں کی راہ میں رُکاوٹ ڈالے بغیر ہمارے دینی و ملی ضرورتوں کو سو فیصدی پورا کر دے۔

ہمیں خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ملک میں ابتدائی تعلیم کے مسئلہ کی نوعیت اب

ویسی نہیں ہے جیسی چند سالوں پہلے تھی اور ہمیں اختیار تھا کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں یا نہ دلائیں اور اگر تعلیم دلائیں تو خواہ اس کو اسکول بھیجدیں یا مکتب میں اور یہ بھی نہ سہی تو مسجد میں یا گھر پر، زیادہ سے زیادہ قرآن شریف اور کچھ اُردو پڑھا دیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ آپ کو ۶ برس سے لیکر ۱۱ برس تک کے بچوں کو تعلیم ضرور دلانی پڑے گی اور آگے چل کر اس عمر کی بچیوں کو بھی ضرور پڑھانا پڑے گا۔ اور اگر کوئی نہ پڑھانا چاہیگا تو اُس کو جبری تعلیم کے قانون کے ماتحت سزا ملے گی۔ پھر یہ کہ تعلیم کا معیار درجہ پنجم تک وہی ہوگا جو سرکار مقرر کریگی اور اسی اسکول یا مدرسہ کی تعلیم معتبر ہوگی جسے سرکار منظور کرے گی۔ اس لئے ہمارے منتظمین مکاتب و مدارس، علمار کرام، مدرسین، میانجیوں و حافظ صاحبان کو آگاہ ہونا چاہئے کہ وہ جو پُرانی روش پر جمے ہوئے اور پُرانا نصاب تعلیم لئے مطمئن بیٹھے ہیں سخت دھوکے میں ہیں۔ لازمی تعلیم کے قانون کا طوفان آتے ہی ہمارے اس قسم کے مکاتب اور مدارس چند دنوں میں سیلاب کے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے اور خاک کے ذرّوں کی طرح ہوا میں اُڑ جائینگے۔ لہذا سب اہم اور نہایت اہم بات یہ ہے کہ قانون کے دباؤ اور گورنمنٹ کے جبر سے پہلے ہی ہم بیسک ایجوکیشن کو قبول کر کے اپنے بچوں میں عام کر دیں اور اپنے تمام مکاتب و مدارس اور تعلیمی حلقوں کے ابتدائی درجات میں گورنمنٹ کے معیار تعلیم کے مُطابق کام شروع کر دیں۔ ہماری یہ تعلیمی جدوجہد نہ صرف ہمارے حق میں مفید ہوگی۔ بلکہ اس سے گورنمنٹ کے پنجسالہ تعلیمی منصوبہ کو کامیاب بنانے میں پوری مدد ملے گی۔

یہاں ایک اہم سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اپنے مدارس میں ابتدائی تعلیم کا یہ نظام جاری کر دیں یا نئے سرے سے اسی معیار کے مکاتب و مدارس قائم کر دیں لیکن گورنمنٹ اُنھیں منظور نہ کرے تو پھر مسئلہ کیسے حل ہوگا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ جمہوریہ ہند کے آئین کی روسے ہندوستان کے ہر فرقے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے تعلیمی ادارے قائم کرے۔ لہذا کسی اسٹیٹ گورنمنٹ سے ایسی بے آئینی کی توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ کسی فرقہ کو اُس کے آئینی حق سے محروم کر دے۔ مزید برآں جب آپ اپنے ادارہ کو گورنمنٹ کے معیار تعلیم کے مُطابق چلائیں گے تو یہ گورنمنٹ ہی کی تعلیمی اسکیم میں رضا کارانہ طور پر بڑی قیمتی مدد ہوگی۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو صدر جمہوریہ سے لے کر بڑے اور چھوٹے وزرا تک پنج سالہ اسکیموں کیلئے عوام ہی سے امداد اور شرمدانوں کی اپیلیں کریں۔ دوسری طرف اگر کوئی طبقہ امداد کے لئے بڑھے تو اُسے "دُور باش، دُور باش" کہہ کر کام نہ کرنے دیں۔ یہ تو ہوئیں اصولی باتیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس بارے میں عملی مشورے بھی پیش کر دیئے جائیں۔

ہمارے یو۔ پی میں ابتدائی تعلیم کے لئے لوکل بورڈز کے جیسے عام پرائمری اسکولز قائم ہیں

اسی طرح مکاتب اسلامیہ کا بھی ایک پھیلا ہوا نظام ہے۔ پرائمری اسکولز کے اخراجات اور نگرانی کی پوری ذمہ داری گورنمنٹ لیتی ہے۔ لیکن مکاتب اسلامیہ میں گورنمنٹ کچھ تھوڑی امداد دیتی ہے۔ نیز محمڈن اسکولز کے انسپکٹر صاحبان اُن کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ان مکاتب میں پرائمری کے ضروری مضامین کے علاوہ دینیات اور اردو بھی لازمی ہے۔ لہذا یو۔ پی کے ہر حصہ میں مکتب اسلامیہ قائم کر کے گورنمنٹ سے تسلیم کرایا جاسکتا ہے۔ نیز امداد بھی لیجا سکتی ہے۔ اس طرح وہاں کے مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم کا مسئلہ آسانی حل ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر مسلمان اپنی سستی، بے حسی یا مالی کمزوری کی وجہ سے اپنا مکتب نہیں کھول سکے ہیں اور وہاں صرف سرکاری اسکول یا غیر مسلموں کا تعلیمی ادارہ ہے تو مجبوراً مسلم بچوں کے لئے اسکول ٹائم کے علاوہ دینی تعلیم اور اردو پڑھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

میں نے جہاں تک معلوم کیا ہے اپنے بہار میں یو۔ پی کی طرح گو مکاتب اسلامیہ کا سسٹم نہیں ہے لیکن جو نظام تعلیم یہاں رائج ہے ہم اپنے نظام تعلیم کو اُس سے ہم آہنگ بنا کر پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حسب ذیل مشورے پیش ہیں۔

(۱) لازمی تعلیم کے حلقوں میں سرکاری اسکولوں پر بھروسہ کئے بیٹھا نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ اپنی جماعتی کوشش سے خود سرکاری معیار تعلیم کے مطابق مدرسہ کھول کر اُسے محکمہ تعلیم سے منظور کرا لینا چاہئے۔

(۲) بیک ورڈ کلاسز کے لئے جو اسکولز کھولے جاتے ہیں اُن کو اجتماعی کوشش سے کامیاب بنانا چاہئے اور اُن کو ہر لحاظ سے ایسا معیاری بنانا چاہئے کہ تعلیم و تربیت، صفائی و ستھرائی، انتظام و عمارت میں مثالی ادارے بن جائیں۔

(۳) تمام عربی مدرسوں کو اپنے یہاں پرائمری درجات سرکاری معیار تعلیم کے مطابق ضرور قائم کر لینا چاہئے۔

(۴) اگر کسی وجہ سے پرائمری اسکول نہ قائم ہو سکے تو ایسا مکتب قائم کیا جائے جس کا بحیثیت فیڈر اسکول "شمس الہدیٰ" کے ساتھ الحاق کیا جائے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں بہار کے تعلیمی بورڈ نے یہ طے کیا ہے کہ شمس الہدیٰ کے نظام کے ماتحت تحتانی درجے بھی کھولے جائیں یا ایسے مکاتب کا الحاق منظور کیا جائے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو بہار کے محکمہ تعلیم کا یہ نہایت دانشمندانہ اقدام ہے جس سے نہ صرف مسلمانوں میں ابتدائی لازمی تعلیم پھیلانے میں گورنمنٹ کو مدد ملے گی بلکہ غریب و پسماندہ طبقوں کو اعلیٰ تعلیم دینے میں بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔ اور اگر خدانخواستہ مجھے اطلاع صحیح نہیں دی گئی ہے تو ہمارے زعماء اور نمائندوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ گورنمنٹ شمس الہدیٰ سے

الحاق کے لئے تحتانی درجات کو بھی منظور کرے۔

دینی بنیادی تعلیم ان مشوروں کا تمامتر تعلق تو ہمارے اداروں کے بقا و تنظیم سے تھا جن کو عمل میں لاکر ہم اپنے اداروں کا پورا تحفظ کرسکتے۔ اب اسی سلسلہ میں اس سے بھی زیادہ اہم مسئلہ پر اپنے ناچیز خیالات پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مسئلہ ہے دینی بنیادی تعلیم کا، کیونکہ ہماری اسلامی وملی زندگی کے لئے دینی تعلیم شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے، اگر اسے ہمارے نظام تعلیم کا اہم جزء نہ قرار دیا جائے تو پھر وہ نظام تعلیم جسدِ بے روح ہے اور اس پر محنت اور روپیہ کا خرچ کرنا بالکل بیسود۔ ادھر سرکاری بنیادی تعلیم میں اتنے مضامین داخل ہیں کہ ہمارے بچوں کے پاس دینی تعلیم کے لئے بہت کم وقت بچتا ہے۔ لہذا یہ مسئلہ اہم ہونے کے ساتھ ہی بیحد پیچیدہ اور مشکل بھی ہوگیا ہے۔ مگر میں کس زبان سے اور کس طرح اپنے مولیٰ کریم، ربِ رحمٰن ورحیم کا شکر ادا کروں کہ اس نے اس عاجز پر حجاز مقدس کی نورانی سرزمین میں نہ صرف اس مشکل مسئلہ کا حل منکشف فرمایا بلکہ ایک ایسے انقلاب آفریں دینی نظام تعلیم کی طرف رہنمائی فرمائی کہ اسے ہم نے اگر کامیاب بنالیا تو نہ صرف ابتدائی تعلیم کا مسئلہ قطعی طور پر حل ہوگا بلکہ ہماری پوری ملی زندگی میں ایک ایسا انقلاب آجائیگا جسے دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔

نظامِ تعلیم قرآن میرا یہ ذاتی خیال نہیں بلکہ ایمان اور بصیرت ایمانی کا قطعی اور اٹل فیصلہ ہے کہ اللہ کا آخری پیغام، صحیفۂ فطرت، منشورِ ربانی، قرآن مجید ہی کل علوم صالح کا گنجینہ اور تمام معارف وحقائق کا سرچشمۂ حقیقی ہے۔ لہذا ہمیں اپنے نظام تعلیم میں قرآن مجید کو بنیادی اور لازمی حیثیت دینی چاہئے مگر طرز تعلیم ایسا اختیار کرنا چاہئے جس سے قرآن کے تمام اسرار وفیوض ہوا اور پانی کی طرح عام ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جس جدید اسلوب کی طرف میری رہنمائی کی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم اس نہج پر دیجائے ناظرہ قرآن پڑھنے والوں کو چار فائدے حاصل ہوں

۱۔ پورا قرآن پاک صحت قواعد تجوید وترتیل کے مطابق صحیح صحیح اور روانی کے ساتھ پڑھنے لگیں۔

۲۔ قرآن پاک ناظرہ ختم کرتے کرتے اُردو کی ہر کتاب بلاتکلف پڑھنے کے قابل ہوجائیں۔

۳۔ قرآن کی آیات محکمات، ایمانیات، عقاید، اخلاق، اوامر ونواہی، قصص القرآن کا ترجمہ خود بخود کرکے اُن کا مفہوم سمجھنے لگیں۔

۴۔ عربی زبان اور اس کی گرامر سے اتنی مناسبت پیدا ہوجائے کہ اگر چاہیں تو اپنی تعلیم جاری رکھ کر بہت کم مدت میں علوم عربیہ کے فاضل ہوجائیں۔

نظامِ تعلیم قرآن کی بے مثال خصوصیات

(۱) نظام تعلیم قرآن کے ہی ذریعہ ہمارا ہمہ گیر دینی نظام تعلیم قائم ہو سکے گا کیونکہ ابھی امت میں تعلیم قرآن کا کافی احساس باقی ہے اس طرح غیر مذہبی تعلیم کی طرح مسلمانوں میں دینی تعلیم بھی عام ہو جائیگی۔

(۲) نظام تعلیم قرآن ہی ایک ایسا متفقہ نظام تعلیم ہوگا جس سے تمام مسلمان اپنے باہمی اختلافات کے باوجود دلچسپی لیں گے، کیونکہ قرآن پاک پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے۔ لہٰذا اسکی تعلیم سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔

(۳) نظام تعلیم قرآن ہی ایک ایسا نظام ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کے جتنے ادارے ہیں وہ اپنے نظام یا نصاب میں اصولی تبدیلی کئے بغیر اس کو پوری طور پر چلا سکتے ہیں کیونکہ تعلیم قرآن مذہبی تعلیم کا ایک ضروری جزو ہے۔ ہاں اگر کوئی ادارہ سرے سے تعلیم قرآن کا قائل ہی نہیں تو اس سے گفتگو ہی لاحاصل ہے۔ لیکن اگر تعلیم قرآن۔ ناظرہ حافظہ، تجوید کسی حیثیت سے اُس کے پروگرام میں داخل ہے تو بس صرف اتنا اور طے کر لینا ہے کہ تعلیم قرآن کے ہی گھنٹہ میں تعلیم اس طرح دیجائے کہ الفاظ پڑھنے کے ساتھ ساتھ معانی قرآن سے بھی مناسبت پیدا ہوتی جائے۔

(۴) نظام تعلیم قرآن ہی ایک ایسا نظام ہے جس کا سلسلہ پرائمری ایجوکیشن سے لے کر یونیورسٹی ایجوکیشن تک قائم کیا جا سکتا ہے۔ ضروری گرامر، نفس ترجمہ، قرآن کی تعلیم، پیغام قرآن کی تفہیم کا سلسلہ تو زیادہ سے زیادہ پرائمری سے لے کر آٹھویں کلاس تک ختم ہو جائیگا۔ اس کے بعد معارف وحقائق قرآن کی تعلیم دی جائے گی تاکہ متعلم اس نظام زندگی سے پوری طرح باخبر ہو جائے جو خالق کائنات نے انسانی فلاح کے لئے مقرر کیا ہے۔

(۵) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام تعلیم ہے۔ جس کا گورنمنٹ کی تعلیمی اسکیموں سے کوئی ٹکراؤ نہیں جبری تعلیم کے حلقوں میں اسکول ٹائم کے علاوہ قرآن کی تعلیم کا وقت مقرر ہوگا۔ تاکہ طالب علم اسکولی تعلیم حاصل کرتا ہوا حلقہ تعلیم قرآن میں صبح یا شام کو شرکت کر سکے اور قرآن پاک ناظرہ، ترجمہ قرآن، عربی زبان اور دینیات اردو کی تعلیم حسب ضرورت حاصل کر سکے۔

(۶) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام ہے جس کی وجہ سے ہر مسجد ایسی قرآنی درسگاہ بن سکتی ہے جس کے طلبائے دینی علوم کی تحصیل کیساتھ ساتھ بآسانی نماز کے پابند بنائے جا سکتے ہیں۔

(۷) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام ہے کہ اس پر مصارف کا بار اتنا ہلکا پڑتا ہے کہ غریب سے غریب بستی کے مسلمان بآسانی اُسے برداشت کر سکتے ہیں۔

(۸) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام ہے کہ اس کے ماتحت تعلیم پانے والے طلبا کے وقت

رائیگاں جانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ عربی مدارس میں اگر فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں تین، چار سال تک پڑھنے کے بعد تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جائے تو عمر کا ایک گرانقدر حصہ ضائع ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایسے طلبانہ ایک آیت کا ترجمہ کر سکتے نہ کسی حدیث کے معنی بتا سکتے ہیں۔ لیکن اِس نظام تعلیم کے ماتحت ۴ سال تک تعلیم پانے والا طالب علم قرآن پاک کا ترجمہ اچھا کرنے لگتا ہے نیز عربی زبان اور عربی صَرف و نحو سے بہت کچھ واقف ہو جاتا ہے

(۹) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام تعلیم ہے جس کے ذریعہ ہمارے عربی مدارس کے لئے طلبہ کثرت سے مہیا ہو سکیں گے اور عربی مدارس زوال پذیر ہونے کی جگہ ترقی پائیں گے اور پہلے سے کہیں زیادہ انہیں چہل پہل ہو گی۔

(۱۰) نظام تعلیم قرآن ہی وہ نظام تعلیم کہ اس کے ذریعہ ہمارے بچوں، بچیوں اور ملتِ اسلامیہ کے خواص وعوام میں وہ قوتِ ایمانی پیدا ہو گی کہ شرک والحاد کے تازہ فتنے دین فطرت سے اُن کا رشتہ تڑانے میں ناکام رہیں گے۔

حضرات! اس موضوع پر گفتگو ختم کرنے سے پہلے میں اس حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ دینی تعلیم اور اردو سکھانے کے لئے بہترین سے بہترین نصاب پہلے ہی سے چل رہے ہیں ہمیں ان سے جہانتک ممکن ہو فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ نظام تعلیم قرآن کے پیش کرنے کا منشا یہ نہیں ہے کہ اپنے تمام تعلیمی طریقوں کو ختم کر کے بس اسی کو اختیار کیا جائے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ قرآن سے جو ابتک غفلت تھی اس کو دور کر کے اپنے تمام تعلیمی نظاموں میں قرآن کو ایسی اہمیت دیجائے کہ اُس کے ذریعہ ہمارے تمام تعلیمی شعبوں میں روح قرآنی جلوہ گر ہو سکے۔

اُردو زبان کی حفاظت و ترقی کا مسئلہ

بزرگو! تعلیمی ہی مسئلہ کے ضمن میں مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اردو زبان کی بابت بھی کچھ عرض کر دوں۔

اُردو زبان بھارت ہی میں پیدا ہوئی، اسی چمن میں پھولی پھلی، اور اُس کی دلفریب خوشبو نہ صرف اس کی جنم بھومی کے ذرّہ، ذرّہ میں بسی ہوئی ہے بلکہ دُنیا کے ہر گوشہ کو معطر کئے ہوئے ہے۔

اردو زبان کے ذریعہ جیسے ہند کے مختلف حصوں کا نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہے ایسے ہی اردو کے ذریعہ دنیا کے دوسرے گوشوں میں ہندوستان کے کام، ہندوستان کی تہذیب و تمدن، ہندوستان کے قابل فخر یادگاروں کا عام چرچا ہے۔

لیکن بُرا ہو تنگ نظری و تعصّب کا کہ چمن میں بہار آتے ہی خود باغبانوں نے اس سدا بہار درخت کی شاخوں اور جڑ پر کلہاڑا چلانا شروع کر دیا

اشخاص کی طرح جماعتوں اور قوموں کا الگ الگ ظرف ہوتا ہے اور اپنے اپنے ظرف ہی کے مطابق اُن کے افکار و کردار بھی ہوتے ہیں۔

اگر یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اسی ملک میں بسنے والوں کی اکثریت نے فخرِ ایشیا، مہاتما گوتم بُدھ کی پاکیزہ تعلیمات، اُن کی نادرۂ روزگار یادگاروں اور اُن کے پیرووں کا اپنے دورِ اقتدار میں قلع قمع کر دیا تو بھارت کی اُردو جیسی ایک پیاری زبان کی بابت اُن کا یہ رویہ قابلِ تعجب نہیں ہے۔ لیکن اُن کے غلط رویہ سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ملک کے دور اندیش عظیم المرتبت انصاف پسند رہنماؤں نے آئینی حیثیت سے اُردو کو ہندوستان کی ایک زبان تسلیم کر لیا ہے۔ اُن کی سعی پیہم جاری ہے کہ اُردو اپنا حق پائے۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ اُن کی کوششیں کامیاب ہوں گی۔

لیکن اس مسئلہ میں ہمارا تماشائی کی حیثیت اختیار کرنا اردو پر ظلم کے مرادف ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ پوری جدوجہد کر کے اُردو کو اُس کا حق دلائیں اور کم از کم ان تمام علاقوں میں جہاں ہندی انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی اسٹیشنوں کا نام لکھا ہوا ہے اردو کو ثانوی زبان کی حیثیت سے رائج کرا کے دم لیں۔

ہمیں اپنے سامنے ایک اور حقیقت بھی رکھنی چاہئے کہ ملکی زبان ہونے کے علاوہ اردو سے ہمارا ایک اور خاص رشتہ ہے، وہ یہ کہ تقریباً ۳ سو سال میں اسلامی علوم و فنون، تاریخ و روایات، تہذیب و تمدن کا جتنا سرمایہ اردو زبان میں منتقل ہوا ہے عربی زبان کے علاوہ دنیا کی کسی زبان میں اُس کی مثال موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارا یا ہمارے بچوں کا اس زبان سے ناواقف رہنا ہماری بڑی بدقسمتی ہوگی لہٰذا آئین یا دوسروں کا سہارا لئے بغیر خود ہمارا ملی فرض ہے کہ اس قیمتی سرمایہ کی حفاظت کیلئے اپنی جان لڑا دیں۔ اور اس کی تعلیم و اشاعت کے لئے جتنی صورتیں ممکن ہوں سبھی عمل میں لائیں۔ اُردو کی حفاظت و ترقی کے سلسلے میں مشاعرے اور ادبی جلسے کسی حد تک مفید ضرور ہیں مگر ہمیں ان سے آگے بڑھ کر ٹھوس اور عملی پروگراموں کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

میں نے تعلیم قرآن کا جو نظام پیش کیا ہے وہ اردو کی عوامی تعلیم و اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے اس کے علاوہ بچوں اور بالغوں کی تعلیم کے سلسلہ میں جامعہ ملّیہ کے چارٹ، حیات اللہ طریقہ تعلیم، جماعت اسلامی کی کتابیں، جمعیۃ علماء ہند کے دینی تعلیم کے رسائل وغیرہ سبھی مفید ہیں ہمیں جماعتی تعصبات سے بالاتر ہو کر ہر جماعت کے مفید لٹریچر سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

حضرات! تعلیمی مسئلہ پر گفتگو ختم کرتے ہوئے میں یہ نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ مالیات کی فراہمی کے لئے کچھ مشورے پیش کر دوں کیونکہ اگر فنڈ نہیں ہے تو نہ مدرسے کھل سکتے ہیں اور نہ کوئی تعلیمی نظام قائم ہو سکتا ہے، فنڈ کی فراہمی کیلئے حسب ذیل امور پر نگاہ رکھی جائے۔

(۱) صوبے میں جتنے مذہبی، خیراتی، تعلیمی اوقاف ہیں اُن کی آمدنی خرد بُرد ہونے سے بچا کر جہانتک ہو سکے واقف کے منشاء کے مطابق مدارس و مکاتب کے لئے کام میں لائی جائے۔

(۲) ہر مقام پر تعلیمی کمیٹی کے ماتحت بیت المال ضرور قائم کیا جائے جس میں ہنگامی چندوں کے علاوہ شادی و غمی کی تقریبوں پر تعلیم کے لئے رقم وصول کیجائے۔

(۳) ایک آنہ فنڈ یا ڈبوں کے نظام کے ذریعہ مالیات کی فراہمی کیجائے، ڈبّے یا گولکیں، مسجدوں اور دوکانوں میں رکھدی جائیں اور کوشش کیجائے کہ دوکاندار و خریدار، مسجدوں کے مصلّی اُن میں روزانہ ایک یا دو پیسہ ڈالدیا کریں۔

(۴) اہل خیر تجار سے طے کر لیا جائے وہ اپنے یہاں تعلیمی کھاتہ بھی ضرور کھول لیں اور خرید و فروخت کے موقعہ پر کچھ رقم اس کھاتہ میں جمع کر دیا کریں، میں نے بیسیوں جگہ دیکھا ہے کہ ہوشمند تاجروں نے ایسے کھاتوں کے ذریعہ لاکھوں روپیہ تعلیمی اور مذہبی کاموں کے لئے جمع کیا ہے

(۵) گھروں میں ہانڈیاں، یا بدھنے رکھا دیے جائیں اور خواتین سے اس کی تاکید کیجائے کہ کھانا پکاتے وقت ایک دو مٹھی اناج نکال دیا کریں۔ ہر ہفتہ یہ اناج جمع کر کے فروخت کر لیا جائے تجربہ سے یہ طریقہ بہت پُر منفعت اور بابرکت ثابت ہوا ہے۔

اقتصادی مسئلہ

بزرگانِ ملّت! موجودہ دور میں ہمارے معاش اور وسائل رزق کا مسئلہ اتنے خطرناک حد تک پیچیدہ ہوگیا ہے کہ عقل حیران وخرد درماندہ ہے کہ یہ کیسے سلجھے گا۔ اپنا حال تو یہ ہے کہ کبھی اس مسئلہ پر غور کرتے کرتے ایسا اضطراب پیدا ہوتا ہے کہ بے اختیار بارگاہ صمدیت کے حضور میں مصروفِ فریاد وفغاں ہو جاتا ہوں ــــ بارالٰہا! تیرے محبوب کی امّت اس ملک میں آئندہ فارغ البالی کی زندگی کیسے بسر کرے گی۔ کبھی یہاں کی عنانِ حکومت ہمارے ہاتھوں میں تھی وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصہ ہوا چھن چکی۔ اس دور کا بقیہ اثاثہ جائدادوں اور زمینداریوں کی صورت میں تھا وہ بھی ختم ہوا محض نوکریوں اور ملازمتوں کے سہارے کسی قوم کی زندگی بسر نہیں ہوئی۔ اور اب تو یہ سہارا بھی بالکل موہوم ہوگیا ہے۔ اپنی جو کچھ گھریلو صنعتیں اور چھوٹی چھوٹی تجارتیں تھیں نوکر شاہی نظام اور سرمایہ داروں کی باہمی سازشیں ان کو بھی مٹاتی چلی جارہی ہیں ــــ الٰہی آئندہ کیا ہوگا اور زندگی کیسے گزرے گی؟ یہ سب کچھ تو لُٹ ہی چکا۔ بس دینِ بیضاء کی پونجی، کلمۂ توحید کی دولت اور تیرے محبوب کا نام باقی ہے۔ کیا فقر وافلاس ہمارا یہ آخری سہارا بھی چھین لیگا اور كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا کی نوبت آجائے گی؟ اَسْتَغْفِرُ اللہ اَسْتَغْفِرُ اللہ

واقعہ یہ ہے کہ اقتصادی بدحالی کی جس منزل پر ہم پہونچ چکے ہیں خواہ اُس کا احساس دوسروں کو نہ ہو۔ شکستہ دل قومیں وہاں پہونچ کر زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتی ہیں۔ مگر ہمارے لئے مایوسی حرام ہے۔ کیونکہ جس خدائے قدوس کے ہاتھ میں موت وزیست، تنزل وترقی، ذلت وعزت سبھی کچھ ہے اس کی صدا ہمارے کانوں میں آرہی ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔

ہمارا فرض ہے کہ رحمتِ الٰہی پر بھروسہ کرکے پوری اولوالعزمی اور بلند ہمتی سے اُٹھیں اور اس دور کو ایک آزمائشی دور سمجھ کر تعمیری جد وجہد میں لگ جائیں، ان شاء اللہ مشکلات کے بادل چھٹ جائیں گے اور اقبال وکامرانی کا آفتاب درخشاں دکھائی دیگا ؎

چاہا جہاں سے منظرِ فطرت بدل دیا ہے کُل جہان تابعِ فرمانِ آرزو

ہمارے سامنے جرمنی کی تازہ مثال موجود ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ پچھلی جنگ کی بربادیوں اور تباہیوں کے بعد یہ قوم زندہ رہیگی۔ لیکن اُس نے اپنی ہمت اور محنت سے کتنی جلدی بربادیوں کے نشانات تک مٹا ڈالے اس کا حال مولانا آزاد سے سنئے حسب بیان شورش کاشمیری مطبوعہ مدینہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء

یہاں سے مولانا نے کروٹ لی اور جرمن قوم کے حوصلے اور ارادے اور اُن کے برگ و بار بیان کرنے شروع کئے۔ فرمایا "جس تندہی اور تیزی سے اُنھوں نے اپنی بربادیوں کو سمیٹا ہے اِس پر اُنھیں بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ جنگ کی ہولناک تباہیوں کا کوئی نشان مل جائے لیکن اس کے سوا کوئی سُراغ نہ ملا کہ وہ کہتے تھے یہاں وحشتناک جنگ لڑی جا چکی ہے۔ عمارتیں تو خیر پہلی سی سج دھج سے کھڑی ہو گئی ہیں، لیکن اُن کے لئے اُس ملبے کو ٹھکانے لگانا بھی ایک دشوار مسئلہ تھا جو اندھا دھند بمباری سے سارے شہر کی بربادی کو اونچی اونچی قبروں کے ڈھیر میں بدل گیا تھا، انھوں نے اس ملبے کو کئی جگھوں پر جمع کیا پھر انھیں پہاڑیوں کی صورت دی اور سیر گاہیں بنا ڈالا۔ اب وہ چمن کی صورت میں ہیں اور اُن کی خوبصورتی بجائے خود دلفریب ہے"۔

حضرات! ہمیں اس زندہ قوم سے سبق لینا چاہئے اور اپنے معاشی مسئلہ کو پوری اولوالعزمی سے حل کرنا چاہئے۔ ہمیں اس مسئلہ کے حل کے لئے دوسروں کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے پاس خدا کا آخری قانون کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی شکل میں موجود ہے جو انسانی زندگی کے ہر مسئلہ کو حل کرتا ہے

معاش کے سلسلہ میں کتاب و سنت ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ انسانی معاش کے قدرتی عام ذرائع تین ہیں۔ (۱) زمین و دیگر عطیات قدرت، (۲) صنعت و حرفت (۳) تجارت

زمین کی بابت خدا کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔

وہ خدا جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو تابع، پس چلو اس کے راستوں میں اور کھاؤ اللہ کے رزق سے۔

صنعت و زراعت کے سلسلہ میں قرآن فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔

اے ایمان والو، خرچ کرو بہترین مال سے جو کمایا تم نے اور اُس سے جو نکالا ہم نے تمہارے لئے زمین سے۔

تجارت کی بابت ارشاد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ،

اے ایمان دارو! مت کھاؤ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقے سے مگر یہ کہ ہو تجارت تمہاری رضامندی سے۔

اسی طرح احادیث میں۔ **دستکار کی فضیلت میں فرمایا گیا۔**

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰهِ،

دست کار اللہ کا پیارا ہے۔

کہیں راستباز تاجروں کی بابت فرمایا گیا

اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ۔ امانت دار، سچا سوداگر نبیوں، صدیقوں اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔

تجارت پر حضور ﷺ نے ان لفظوں میں آمادہ کیا۔

عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَاِنَّ فِيْهَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ۔ لازمی طور پر اختیار کرو تجارت کو کیونکہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے ہیں۔

یہ ہیں اللہ اور اس کے سچے پیغمبر کی ہدایات ہمارے معاش کے مسائل کے بارے میں۔ اب اگر ہم دور ملوکیت یا زمانۂ غلامی کے تخیلات سے اپنے دماغوں کو پاک کر کے قدرتی وسائل معاش کی طرف پوری توجہ کریں اور ایک منصوبہ بندی کے ماتحت ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں لگ جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ معاش کی تنگی دور نہ ہو اور فارغ البالی وخوشحالی کا دور نہ لوٹ آئے۔

اس سلسلہ میں نہایت ضروری مشورہ تو یہ ہے کہ ہم صنعتی تعلیم کو اپنے نظام تعلیم کا ضروری جزو بنالیں۔ خواہ پرائمری مکتب ہو یا عربی مدرسہ، ہمارا ہائی اسکول ہو یا کالج ان تمام اداروں میں صنعتی تعلیم لازمی طور پر دی جائے۔ پھر یہ بھی انتظام ضرور کیا جائے کہ جو کچھ ان اداروں میں تیار ہو مناسب قیمت پر اس کی فروختگی ہو جائے تاکہ یہ تعلیم محض نمائش اور کھیل نہ بنے بلکہ اس سے ہماری معاشی حالت درست کرنے میں واقعی مدد ملے۔

اس سے بھی زیادہ اہم مشورہ یہ ہے کہ ملک کی ترقی کے لئے بھارتیہ سرکار نے جتنے منصوبے بنائے ہیں ہم انھیں کامیاب بنانے میں آگے بڑھ کر حصہ لیں کیونکہ وہ سارے منصوبے عوام ہی کے فائدے کے لئے ہیں مگر چونکہ عوام نہیں جانتے کہ ان منصوبوں کو کامیاب بنانے میں کیسے اشتراک عمل کیا جائے اور ان سے کیونکر فائدہ اٹھایا جائے لہذا زیادہ تر نفع ان سے سرمایہ داروں، ٹھیکہ داروں، بڑے بڑے کاروباریوں اور گورنمنٹ ملازمین کو ہو رہا ہے۔ رہ گئے بیچارے عوام تو وہ لیڈروں کے بیانات محض سن لیتے ہیں کہ عوام کو ان منصوبوں کے کامیاب بنانے میں پوری مدد کرنی چاہئے۔

اس سلسلہ میں اولین عملی قدم یہ ہے کہ آپ جو معاشی واقتصادی کمیٹی بنائیں وہ حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ کا کام کرے، حکومت کی اسکیموں کو خوب سمجھ کر عوام کو سمجھائے کہ ان اسکیموں سے وہ کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح حکام کو بتلائے کہ کن کن طریقوں سے عوام کا تعاون حاصل ہو سکتا ہے آخر میں ایک اور نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

ہماری قومی گورنمنٹیں پنجسالہ اسکیم کے علاوہ بے روزگاری دور کرنے، مختلف صنعتوں کو ترقی دینے اور ملک کی پیداوار بڑھانے پر کافی روپیہ صرف کر رہی ہیں اور یہ روپیہ عموماً سوسائٹیوں، یونینوں، مختلف نیم سرکاری اداروں، رکگنائزبورڈوں اور رجسٹرڈ باڈیز کے ذریعہ صرف ہوتا ہے۔ مگر مجھے اکثر جگہ بتایا گیا کہ جن مقاصد کیلئے اور جن عوام کے نام پر گورنمنٹ روپیہ منظور کرتی ہے۔ ان کے لئے تو برائے نام روپیہ پہنچتا ہے اور زیادہ تر دفتری انتظامات، ملازمین کی تنخواہوں اور بھتوں اور ڈائرکٹران یا مقربین حکومت کے حقہ بخرہ میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور گرانٹ اندھے کی ریوڑیوں کے مصداق بنجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سُنی سنائی باتوں کے علاوہ میں اگر اپنے چند مشاہدے پیش کر دوں تو آپ کو صورت حال سے کچھ زیادہ آگاہی ہو جائے گی۔

۱۔ ہمارے صوبہ میں کھادی کی تیاری کے لئے لاکھوں روپیہ منظور کیا گیا بعض حلقوں میں جہاں یہ اسکیم چلائی گئی۔ میں نے خود جاکر تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ سارا روپیہ کاریہ کرتاؤں، نرچھکوں اور چرخوں میں سماپت ہو گیا۔ کھادی کے کتنے تھان تیار ہوئے اور عوام تک کتنے پہونچے؟ اس کا کچھ پتہ نہ چلا، شاید محکمۂ اعداد و شمار کو اس کا کچھ علم ہو۔

۲۔ ایک صاحب کو ایک بڑے نیتا کی سعی و سفارش پر کئی ہزار روپے بیت کی دستکاری کیلئے گورنمنٹ سے ملے۔ ایک بار میرا گذر اُن کے مستقر پر ہوا تو جی چاہا کہ اس صنعتی مرکز کو بھی دیکھتا چلوں، جاکر دیکھا تو چند ٹوٹی کرسیاں اور بیت کی چند گڈیاں موجود ہیں باقی کام ختم روپیہ ہضم۔

۳۔ ایک صاحب مہیلاؤں میں شکسا پرچار کے لئے ایڈ چاہتے تھے اور بڑے زور سے فرماتے تھے کہ ہم نے ۵۲ گاؤں میں اس کا سنگھٹن کر لیا ہے۔ اُن کو امداد ملنے میں کوئی شبہ نہ تھا کہ وہ ایک بڑے نیتا کے معتمد تھے۔ مگر ان کی بدقسمتی کہ میں نے جو تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جن مہیلا کو وہ ادھیاپکہ اور اس ۵۲ گاؤں کی شکسا سنگھٹن کا سنچالکہ بتاتے ہیں وہ بیچاری خود بھی پڑھی لکھی نہیں۔

اِن حقائق اور واقعات کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گورنمنٹیں تو عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے بیدریغ دولت صرف کر رہی ہیں مگر "یاران شاطر" کی بدولت عوام کو وہ نفع نہیں پہونچتا جو پہونچنا چاہیئے۔

لہذا ہماری اقتصادی کمیٹی کا بہت بڑا کارنامہ اور اُس کا عوام پر بہت بڑا احسان ہو گا کہ اس قسم کی تمام اسکیموں کی پوری اسٹڈی کرے اور متعلقہ لوگوں کی کارگذاری کا جائزہ لیتی رہے اور جہاں اسکیم میں خامی دیکھے یا عوام کی حق تلفی نظر آئے یا متعلقہ لوگوں کی خیانت اسکے علم میں آئے پوری قوت سے حکومت کو اس طرف متوجہ کرے اور صورتِ حال کی اصلاح کیلئے مسلسل کوشش کرتی رہے یہاں تک کہ

حق بحقدار رسد۔

بہر حال مشکلات ضرور ہیں مگر اوروں کے دست نگر بننے کے بجائے ہم اگر غیرت ملی کو کام میں لائیں، اپنی خودی کو بلند کریں اور اللہ کا نام لے کر صحیح جد وجہد میں لگ جائیں تو انشاءاللہ ہمارا معاشی مسئلہ حل ہو کر رہیگا۔ اور اگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور محض باتیں بنانے میں مصروف رہے تو بس سامنے تاریکی ہی تاریکی ہے۔

خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب　　　خودی ہو زندہ تو کہسار پرنیاں و حریر
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد،　　　نہنگ مردہ کو موج سراب بھی زنجیر،

سماجی مسئلہ

بزرگان ملت! اسلام نے ہمارا ہر شعبۂ زندگی ظاہری ہو یا باطنی، انفرادی ہو یا اجتماعی، خانگی ہو یا ملی ایسا سدھارا اور سنوارا تھا اور اسے قوانین فطرت کے اتنا ہم آہنگ کر دیا تھا کہ ہماری زندگی پورے عالم انسانیت کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی تھی مگر بدقسمتی سے اب ہم میں اتنا تغیر آچکا ہے اور ہمارا معاشرہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اگر خیر القرون کے مسلمان آ کے ہمیں دیکھیں تو انھیں اسکا یقین نہیں آئیگا کہ یہ وہی امت ہے جسکے سر پر خیر امت کا تاج رکھا گیا تھا خانگی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو نہایت ابتر ملیگی، بچوں میں ماں باپ کی فرمانبرداری و عزت کا جذبہ نہیں، والدین کو اولاد کی اچھی تربیت کی فکر نہیں، زن و شو میں حسن معاشرت ندارد، خانگی انتظام کی ذمہ داری کا احساس مفقود، باہر نکل کر دیکھئے تو اپنے نوجوانوں کا عجب عالم نظر آئیگا فیشن کے دلدادہ، لہو ولعب کے شوقین، نیک کاموں سے دور، والدین کی گاڑھی کمائی اڑانے کے حریص، الغرض ایک گرتی ہوئی قوم کے نوجوانوں میں جو عیوب ہوتے ہیں سب موجود۔

ذرا آگے بڑھئے اور ہماری اسلامی برادری کو دیکھئے، بیسیوں پارٹیاں ہیں، قسم قسم کی گروہ بندیاں ہیں، ہمارے اپنے گھڑے ہوئے اونچے نیچے شریفوں، رذیلوں کے مختلف طبقے ہیں، پھر ہر ہر طبقے میں اپنی اپنی جدا جدا غیر اسلامی رسمیں ہیں، الغرض کہاں تک ذکر کیا جائے۔ ہر طرف انتشار انتشار، اختلاف اختلاف، ابتری ابتری ہے۔

آہ ثم آہ! یہ امت کا حال ہے جسے اللہ نے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ فرمایا تھا اور جس میں خاتم النبیین کی تعلیمات نے اخوت و مساوات، باہمی پیار والفت کی وہ روح پھونکی تھی کہ ساری امت ایک فرد کیطرح یکجان اور یک قالب ہو گئی تھی

محترم حضرات! میں صاف عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس معاشرتی انتشار اور سماجی ابتری کے ساتھ پچھلا دور تو کسی طرح گذر گیا۔ مگر آئندہ اس افراتفری کو دور کئے بغیر زندگی ناممکن ہے۔ ہم علم کی روشنی کتنی ہی پھیلا دیں

اور کتنی ہی دولت کما لیں مگر ہمارا معاشرہ از اوّل تا آخر اگر صحیح اسلامی معاشرہ نہیں بنتا تو دور حاضر کے طوفانوں میں ہم اپنا ملی وجود قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اسلئے ہمیں دیگر تمام ضروری خدمتوں کے ساتھ سماجی اصلاح کا کام بھی پوری قوت سے شروع کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں چند مشورے پیش کرنے سے پہلے میں آپ کو اصل مرکز اصلاح اور منارہ فلاح انسانیت کی طرف یعنی اللہ کی کتاب اور اسوۂ حسنہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہماری ہی اصلاح نہیں بلکہ سارے عالم کی اصلاح و فلاح ہدایت کے انھیں دونوں مرکزوں سے وابستہ ہے۔ اور تمام انسانی مسائل کا واقعی حل انھیں سے ہوتا ہے۔

اللہ غریق رحمت کرے ہمارے پورب کے مایۂ ناز شاعر علامہ اقبال سہیل مرحوم کو اپنی ایک نعت میں اس عالمگیر حقیقت اور دین محمّدی کی اس بےمثال جامعیت کا خوب بیان فرما گئے ہیں۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا، رشتہ ایک خدا سے جوڑا — شرک کی محفل کردی برہم صلی اللہ علیہ وسلم
فرد و جماعت، امر و اطاعت کسب و قناعت عفو و شجاعت — حل کر گئے جو اسرار تھے مبہم صلی اللہ علیہ وسلم
ربط و تصادم طوع و تحکم فقر و تنعّم عدل و ترحم — سب کے حدود بتائے باہم صلی اللہ علیہ وسلم
حفظ مراتب پاس اخوت، سعی و توکل، رفق و فتوت — تِلْكَ حُدُوْدُ اللہ میں منضم صلی اللہ علیہ وسلم
الفت قربی قطع علائق حبّ وطن اور حبّ خلائق — کردیے سب توحید میں مدغم صلی اللہ علیہ وسلم
فقر و غنا دونوں کا سلطاں، روح و جسد دونوں کا درماں — دین کا اور دنیا کا سنگم صلی اللہ علیہ وسلم
دلق میں جس نے سلطانی کی، جنگ میں جس نے جہانبانی کی — زہد و سیاست کردیے توام صلی اللہ علیہ وسلم
بچھڑے ہوئے کو گلے ملایا، نسل و وطن کا فرق مٹایا — رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم صلی اللہ علیہ وسلم

اب غور سے سنئے اپنے معاشرہ کی اصلاح کیلئے خدا کے ارشادات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات۔

اجتماعی زندگی کی دعوت

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور خوب مضبوط پکڑ لو اللہ کی رسی سب مل کر اور فرقہ بندی نہ کرو اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب تم آپس میں دشمن تھے پس تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور دوزخ کے گڑھے کے کنارے تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات بخشی ایسے ہی اللہ تم پر اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اسلامی بھائی چارہ

...نما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم
...اتقوا الله لعلكم ترحمون ۝

سارے مسلمان بس آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس ملاپ کرایا کرو اپنے بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اجتماعی زندگی میں انتشار پیدا کرنیوالے کاموں کی ممانعت

...ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى
...ن يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى
...ن يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم و
...تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد
...لايمان ومن لم يتب فاولئك هم الظلمون

اے ایمان والو۔ ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نہ نام ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے، بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف۔

...يها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان
...ض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب
...ضكم بعضا ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه
...يتا فكرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحيم ۝

اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعض تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش لگتا ہے تم میں سے کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتی ہے تم کو اس سے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنیوالا ہے مہربان۔

...انگی زندگی میں حسن معاشرت کی تاکید، زن وشوہر کے بہترین تعلقات کی تصویر کشی قرآن نے
...ن الفاظ میں کی ہے

...ن لباس لكم وانتم لباس لهن

عورتیں تمہارے لئے پوشاک ہیں اور تم اُنکے لئے پوشاک ہو

ایک جگہ حکم فرمایا ہے۔

...عاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان
...كرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا

اور انکے ساتھ زندگی بسر کرو اچھا برتاؤ کرو اور اگر تمھیں انکی کوئی بات ناپسند آئے تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت خوبی رکھی ہو۔

...چوں کی تربیت کا سبق

سورۂ لقمان میں پورا ایک رکوع ان اہم نصیحتوں سے لبریز ہے جو اولاد کو کرنی چاہئے۔ اس طرح قرآن مجید نے تربیت اولاد کا سبق ہمیں بہت مؤثر ...ندازمیں پڑھایا ہے۔

قرآن مجید کی ان ہدایات کے بعد چند احادیث بھی سنتے چلیے جن کا تمام تر تعلق ہمارے ...سماج کے سُدھار اور معاشرت کی اصلاح سے ہے۔

ملّی اتحاد کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے مسلمانوں کی قومیت ایسی ہے جیسے ایک جسم اور اُسکے مختلف اعضاء

ایک عضو میں درد ہو سارا جسم محسوس کرتا ہے اور اُسکی بیچینی و تکلیف میں اسی طرح حصہ لیتا ہی جیسے خود اُسکے اندر درد اُٹھ رہا ہے اور انکی مثال دیوار جیسی ہو کہ ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ مسلمان کے حق مسلمان پر ۶ ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار پُرسی کرنا، جنازوں میں شریک ہونا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کی الحمدللہ کا جواب یرحمک اللہ سے دینا، اور جب خیر خواہی چاہے تو اسکے ساتھ خیر خواہی کرو۔ اسیطرح ایک اور حدیث میں فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ اسکو حقیر جانے اور نہ اسکی مدد چھوڑ دے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون اُسکا مال اور اُسکی آبرو حرام ہے۔ ایک اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا۔ ایماندار نہ ہوگا یہانتک کہ اپنے بھائی کیلئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اب میں چند عملی مشورے پیش کرکے اس موضوع پر گفتگو ختم کرتا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے ہمیں اپنی گھریلو زندگی کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اس سلسلہ میں بچوں کی دینی تعلیم اور اچھی تربیت کی طرف سے ذرا بھی غفلت نہ کرنی چاہئے۔ جب ۷ برس کے ہوجائیں تو حسب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو نماز پڑھانی شروع کردیجائے اور اُنکی پوری نگرانی کیجائے کہ بُری صحبتوں میں نہ بیٹھیں اور سینما جیسے مُخرب اخلاق تماشے نہ دیکھیں۔

(۲) نوجوانوں کیلئے تعلیمی و ثقافتی انجمنیں، لائبریریاں، دار المطالعے ہر جگہ قائم کئے جائیں تاکہ وہ بری صحبتوں سے بچیں اور اپنا خالی وقت علمی مشغلوں میں گذاریں۔

(۳) ہر مقام کی انجمنیں اور جماعتیں اصلاح بین المسلمین کا خاص خیال رکھیں مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف دیکھیں تو آگے بڑھکر صلح و صفائی کی پوری کوشش کریں۔

(۴) ہر ہر بستی میں مولینا الیاس رح کے نمونہ پر تبلیغی نظام قائم کیا جائے اس سے ہمارے نظام زندگی کو بیحد نفع پہنچنا ہے۔

(۵) مسلمانوں کی جتنی تنظیمیں ہیں وہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے اپنے دائرہ عمل میں کام کرتی رہیں مگر دوسری تنظیموں سے ہمدردانہ تعلق رکھیں اور حریف بننے کے بجائے ایکدوسرے کی حلیف بننے کی کوشش کرتی رہیں۔

(۶) اسلام نے تمام مسلمانوں میں اخوت اور مساوات کا جو تعلق قائم کیا ہے اسکو عملی طور پر کارفرما کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک طرف نسلی غرور و نخوت سے دماغوں کو پاک کیا جائے تو دوسری طرف احساس کمتری دلوں سے دور کیا جائے اور شرافت و رذالت کے غیر اسلامی امتیاز کو بالکل مٹا دیا جائے ؎

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے　　تو اے مرغ حرم اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

(۷) شادی بیاہ کے معاملہ میں غیر اسلامی کفارت کے تخیل سے بلند ہوکر اسلامی کفارت اور معیار زندگی میں یکسانیت کے اصول کو رواج دینے کی سعی کیجائے۔

(۸) ہم میں سے ہر شخص اکرام مسلم کو اپنا شعار بنائے یعنی ہر مسلمان کی عزت اس نسبت کی بنا پر

کرے جو اُسے کلمہ طیبہ کی وجہ سے اللہ اور اُسکے رسول سے حاصل ہے۔

(۹) سماجی اصلاح کے سلسلہ میں خواتین بڑے بڑے کام انجام دے سکتی ہیں لہٰذا اس کیلئے جیسے مردوں کی کمیٹیاں بنائی جائیں خواتین اسلام کی بھی تنظیمیں قائم کیجائیں۔

(۱۰) ہر گھر کو ایک یونٹ بنا کر مناسب گھریلو صنعتیں جاری کیجائیں کہ بوقت فرصت عورتیں، بچے اور لڑکیاں ان میں مصروف رہیں۔ اس سے ایک طرف تو گھر کی آمدنی بڑھے گی دوسری طرف معاشرہ کی اصلاح میں بڑی مدد ملے گی۔

حضرات! اب میں زیادہ دیر تک آپکی سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا، بس چند نہایت اہم اور ضروری باتیں پیش کر کے اپنی گفتگو بند کر دوں گا۔

آپ جو مقاصد لیکر اُٹھے ہیں وہ نہایت بلند اور بڑے مبارک ہیں مگر انکی کامیابی اسی وقت ہو گی جب آپ گھٹیا درجہ کی سیاست اور نجی مفاد سے بالاتر ہو کر کام کرینگے، آپ کو اپنے ہر اقدام میں اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے کہ عوام کو بدگمانی کا موقعہ نہ ملے کہ "اقتصادی و سماجی" نام کے پردے میں الیکشن بازیاں اور چند کرسیاں چھپی ہوئی ہیں۔

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ ہمارے ایک قابل عزت مولانا صاحب نے دینی تعلیم اور مذہبی تنظیم کے نام پر یو۔ پی کے چند اضلاع کا دورہ فرمایا۔ آپکے دورہ کے چند ہفتوں بعد اس ناچیز کا ادھر جانا ہوا تو مخالفین نہیں بلکہ موافقوں اور جلسے کے منتظمین کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کچھ نہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　من انداز قدت را می شناسم

مقصد بس الیکشن کی تیاری ہے، ورنہ دین کے عام جلسوں اور خصوصی اجتماعات میں حکومت وقت کی مدح سرائی اور ایک سیاسی جماعت کی توصیف کا کیا محل۔ بہرحال اس معاملہ میں ہمیں غایت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم نے اپنے طرز عمل سے عوام کا اعتماد کھو دیا تو کاغذی کارروائی کے سوا کچھ نہ ہو سکے گا۔

ایک نہایت ضروری بات یہ بھی خیال رکھنے کی ہے کہ ہمیں اپنے ضمیر اپنی زبان اور اپنی خدمت کو ہر قسم کے ادعاء سے پاک رکھنا چاہیئے، بڑی سے بڑی خدمت پر بھی صرف اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کا اعتراف کہ ہم سے تو کچھ بھی نہ ہوا ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ساتھ ہی ہر جماعت اور ہر قومی تنظیم کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کر کے جہانتک ہو سکے اسکے ساتھ اشتراک عمل کرنا چاہیئے اور تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

بہار کے مخلص رہنمایان کرام! میں آخر میں بہار کے متعلق اپنا ایک گہرا احساس ظاہر کر رہا ہوں مجھے پورے ہندوستان میں پھرنے کا موقع ملا مگر کہیں بھی مجموعی طور پر وہ خوبیاں اور صلاحیتیں نظر نہیں پڑیں جو بہار کے

مسلمانوں میں ہے، مزاجوں میں اعتدال، دماغ غلط پیداوار سے پاک، ذہن کی ذکاوت، دلوں میں دین وملت کی دردمندی یہ تمام خصوصیتیں بجا طور پر جو آپ میں موجود ہیں بہت کم ملتی ہیں اسلئے آپ سے میری بڑی امیدیں وابستہ ہیں جب کبھی مشکلات کی وجہ سے مایوس ہوتا ہوں تو بہار کے خطہ پاک کا تصور آتے ہی اقبالؒ کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اس لئے آپ سے نہایت خلوص اور نہایت دردمندی کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اپنی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ اُٹھیں، رہنمائی کا رختِ سفر ساتھ لیں اور اپنے اجتماع کے مقاصد کامیابی حاصل کرکے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائیں ؎

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

یہ ناچیز آپ کی کامیابی کیلئے صرف دُعاگو ہی نہیں بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق آپکی ہر خدمت کے لئے حاضر ہی۔ اور اگر آپ کی کوئی خدمت کرسکا تو اسے اپنی سعادت سمجھے گا۔

گو کہنے کو یہ ناچیز یو-پی کا ہے۔ لیکن بلیا کی نسبت اور اہل بہار سے گوناگوں تعلقات کی بنا پر اسے بہار ہی کا ایک فرد سمجھ کر اور اپنے ایک خرد کی طرح اس سے کام لیجئے۔

بس اب اپنا خطاب علامہ اقبال کے ایک پیغام پر ختم کرتا ہوں۔

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہی زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہی
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہی

مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہوجا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کردے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط

احقر محفوظ الرحمٰن نامی بہرائچ یو-پی

۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۱۹۵۶ء

ISLAMIC
DS432
M84
N36
1956